محمد اسحاق بھٹی

فتاویٰ امینیہ

(آخری قسط)

کتاب الایمان

اس عنوان کے تحت قسموں کے بارے میں متعدد مسائل کی وضاحت کی گئی ہے اور یہ تین فصول پر مشتمل ہے۔

بہت سی قسموں کا ایک ہی کفارہ

کتاب الایمان کی پہلی فصل میں قسم کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ایک شخص کسی ایک معاملے میں بیک وقت بہت سی قسمیں کھائے تو وہ تمام قسمیں ایک دوسری سے وابستہ ہو جائیں گی اور ایک ہی متصوّر ہوں گی۔ لہٰذا اس قسم کی تمام قسموں کا الگ الگ کفارہ نہیں دیا جائے گا، بلکہ ایک ہی کفارہ تمام قسموں کی طرف سے کافی ہوگا۔ مصنف لکھتے ہیں:

"اگر شخصے سوگندان متعدد خوردہ باشد بشریعت بیک کفارت از عہدہ جمیع بیروں آید"

اس کی تائید میں مصنف نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

الایمان اذا کثرت تداخلت، ویخرج بالکفارۃ الواحدۃ عن عہدۃ الجملۃ ھذا قول محمد[1]۔

توبہ کے بعد ارتکاب فسق کے بارے میں

قسم کے سلسلے میں مصنف نے ایک بات یہ بیان کی ہے کہ ایک شخص فاسق ہے اور وہ فسق سے یہ لفظ کہہ کر تائب ہوتا ہے کہ اگر میں دوبارہ مرتکبِ فسق ہوا تو مجھے رافضی سمجھا جائے۔ اب وہ فسق کا ارتکاب کر لیتا ہے۔ سوال یہ ہے، کیا شرعاً اسے رافضی تصور کیا جائے گا اور اس پر

---

[1] ورق ۵۲ ب

رفض کی مہر ثبت کی جائے گی۔؟ مصنف فرماتے ہیں: اس ارتکاب فسق کی بنا پر اسے رافضی نہیں کہا جائے گا، بلکہ اسے محض عاصی اور گنہ گار گردانا جائے گا۔ مصنفِ فتاویٰ یہ بات اس پیرایۂ بیان میں ضبطِ تحریر میں لاتے ہیں:

زید از فسق توبہ کردہ وگفتہ است، اگر من بعد این فسق باز کروم رافضی باشم، و بعدازاں زید مرتکب ایں فسق شدہ۔ لبشریعت زید مذکور رافضی شدہ باشد۔؟ وبدیں سبب بر رفض وی گواہی مے تواں داد یا نے۔؟ نے۔! واللہ اعلم۔

اس کی تائید میں مصنف رحمہ اللہ، جواہر الفتاویٰ کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں:۔

فاسق تاب وقال ان رجعت الی ذلک فاشهدوا علی انی رافضی، فرجع لایکون رافضیًا بل یکون عاصیاً۔ ولایجوز الشهادۃ ان یشهدوا علیہ انہ رافضی[1]

اگر مال نہ کھانے کی قسم کھالے اور بعد میں اس کا وارث بن جائے؟

قسم کے باب میں یہاں مصنف نے ایک مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ اگر ایک شخص یہ قسم کھالے کہ میں فلاں شخص کے مال اور کمائی سے کوئی چیز نہیں کھاؤں گا۔ اس کے بعد وہ شخص (جس کا مال نہ کھانے کی قسم کھائی تھی) فوت ہوجاتا ہے اور قسم کھانے والا اس کے مال کا وارث قرار پاتا ہے، وہ مال اس کے قبضے میں آجاتا ہے، اور اسے وارث ہونے کی بنا پر کھالیتا ہے۔ کیا اس صورت میں وہ حانث ہوگا؟ یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، اور اسے اس قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

مصنف کہتے ہیں۔ قسم کھانے والا حانث ہوگا۔! الفاظ ملاحظہ ہوں:

زید سوگند خوردہ کہ از کسبِ عمرو نخورد، وبعدازاں عمرو فوت شد واز مکسوبات عمرو بہ زید میراث رسیدہ وزید ازاں مال خوردہ، لبشریعت زید حانث شدہ باشد۔

مصنفؒ اس کی تائید میں فتاویٰ قراخانی کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:۔

ولو حلف لا یاکل من کسب فلان فمات المحلوف علیہ فورث الحالف

---

[1] ورق ۵۳ ب

فاصله، حنث، لانه کسب المیت [1]

اس باب میں مصنف نے فتاویٰ قراخانی کے حوالے سے کئی باتیں بیان کی ہیں۔

کتاب الاجارہ

مصنف نے کتاب الاجارہ میں اجارہ سے متعلق بہت سی باتیں بیان کی ہیں۔

کمسن بچے کا روٹی کپڑے پر اجارہ

مثلاً کتاب الاجارہ میں ایک مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص اگر کسی خاص وجہ سے یا اپنی غربت وتنگدستی سے مجبور ہو کر اپنے کم سن بچے کو کسی کے ہاں محض روٹی کپڑے کے بدلے کام کرنے پر لگا دے تو کیا یہ اُجرت صحیح ہو گی ؟ ۔مصنف لکھتے ہیں، صحیح نہیں ہوگی، اور اس اُجرت کو فاسد قرار دیا جائے گا ۔اس کی اُجرت وہی قابلِ قبول ہو گی، جو اس عمر کے بچوں کی عام طور پر اس نواح میں رائج ہو۔اس شخص نے اس بچے کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر جو روٹی کپڑا دیا وہ اس بچے کے لیے صدقہ قرار پائے گا اور اس سے اصل اجرت وصول کی جائے گی۔

مصنف نے یہ بات ان الفاظ میں بیان کی ہے :

زید پسرِ صغیر خود را باجارہ عمرو دادہ است بطعام وکسوہ۔بشریعت ایں اجارہ فاسد باشد و بر عمرو اجر مثل ایں صغیر باشد و آنچہ بطعام وکسوہ او صرف کردہ است در آں متبرع باشد

قنیہ کے حوالے سے مصنفِ فتاویٰ نے اس کی تائید میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں :

اجر ابنه الصغير بطعام وكسوة فهي فاسدة وله اجر المثل و ما دفع الى الصبي يكون متبرعاً [1]

کتاب الوکالہ

وکالت وتفویضِ اختیارات کے سلسلے میں مصنف رحمہ اللہ کتاب الوکالہ میں بے شمار باتیں معرضِ تحریر میں لاتے ہیں۔

---

[1] ورق ۹۷

وکالت کا دائرہ

جن میں ایک یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کہتا ہے میں تمہیں اپنے تمام معاملات میں وکیل و مختار مقرر کرتا ہوں۔ اب سوال یہ ہے کیا وہ فی الواقع اس کے تمام معاملات میں با اختیار ہوگا، یا اس کی وکالت و ذمہ داری کا دائرہ محدود ہوگا اور اس کلیت سے کچھ چیزیں مستثنیٰ بھی ہوں گی؟

مصنف لکھتے ہیں: اگرچہ اس نے قولاً کسی شخص کو اپنے تمام معاملات کا وکیل و مختار بنا دیا ہے مگر عملاً ایسا نہیں ہوگا، اس کے اختیارات بہر حال محدود و متعین ہوں گے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ صرف بعض چیزوں کی خرید و فروخت میں وکیل و مختار ہوگا۔ ہبہ اور اعتاق (غلام کی آزادی) میں اس کا اختیار نہ ہوگا، اس کا تعلق اصل مالک ہی کی ذات سے رہے گا۔ اور یہی مفتی بہ ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں:

اگر زید، عمرو را گفتہ باشد تو وکیل من در ہر شی۔ بشریعت عمرو در ہبہ و اعتاق وکیل زید شود یا نے۔؟ ــ نے۔ واللہ اعلم۔

مصنف اس ضمن میں بطور دلیل فتاویٰ قاضی خان کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

اذا قال انت وکیلی فی کل شئ، عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ وکیل فی المعاوضات لا فی الھبات والاعتاق وعلیہ الفتویٰ۔[1]

حقِ وکالت کس صورت میں ختم ہو جاتا ہے

کتاب الوکالہ میں اس موضوع سے متعلق تفصیلات بیان کرتے ہوئے مصنف یہ بھی وضاحت کرتے ہیں کہ وکیل کا حقِ وکالت کس صورت میں ختم ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں، اگر وکیل اپنے مؤکل کے بارے میں کسی مجلس میں ایسی بات کہے جو اس کے مفاد کے منافی ہو، اور ایسا بھید ظاہر کر دے جس سے مؤکل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس سے وہ حقِ وکالت سے محروم ہو جائے گا۔ اور اگر اس کا علم قاضی کو ہو جائے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس وکیل کو مؤکل کی طرف سے بات کرنے سے روک دے۔ مصنف اس بات کو ان الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں:

---

[1] ورق ۱۱۹ ب

"وکیل در خصومت اگر اقرار کند بمدعاءِ خصم در غیر مجلس قضا بشریعت ایں اقرار درست باشد و ایں وکیل معزول شود یا نے۔ ؟ معزول شود۔!"

اس کی تائید کے لیے مصنفِ فتاویٰ، فقہ کی کسی کتاب کی یہ عبارت درج کرتے ہیں:

الوکیل بالخصومة اذا اقر فی غیر مجلس القضاء لایصح اقرارہ ولکن یخرج عن الوکالة ولایسمع القاضی خصومة[1]

کتاب الوقف

وقف کے سلسلے میں مصنف نے بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور اس کے تمام گوشوں کو منقح کر دیا ہے۔ اس موضوع سے متعلق چند باتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

واقف اور نگرانِ وقف کی معزولی

وقف کے ضمن میں مصنف فتاویٰ نے اس مسئلہ کو ہدفِ بحث ٹھہرایا ہے کہ قاضی واقف یا وقف کے نگران و منتظم کو معزول کر سکتا ہے یا نہیں، اگر کر سکتا ہے تو کس صورت میں۔؟ مصنف لکھتے ہیں:

وما قولہم رضی اللہ تعالیٰ: در آں مسئلہ کہ زید وقف لازم شرعی کردہ است و شرط کردہ است کہ متولی خود باشد و سلطان و قاضی را ولایتِ عزلِ او نباشد۔ بشریعت اگر زید مامون نباشد در ولایتِ وقف، ایں شرط باطل باشد، و قاضی را ولایتِ عزلِ او باشد و نصبِ غیر او باشد بتولیت۔

یعنی زید اپنی کسی جائداد کو شرعی اعتبار سے وقف کر دیتا ہے اور شرط یہ قائم کرتا ہے کہ اس وقف کا متولی وہ خود ہی ہوگا، سلطان اور قاضی کو اس کی معزولی کا حق نہ ہوگا۔ شرعی اعتبار سے اگر زید اس وقف کا صحیح امین نہیں ثابت ہوتا تو یہ شرط باطل ہو جائے گی اور قاضی کو اس کی معزولی اور اس کے بجائے دوسرے آدمی کی تقرری کا حق حاصل ہوگا۔

فتاویٰ امینیہ کے مصنف اس کی تائید میں فتاویٰ قاضی خاں اور تجنیس کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں:

---

[1] ورق ۱۲۲

لو ان الواقف شرط الولایت لنفسہ و شرط ان لیس للسلطان ولا للقاضی عزلہ۔ ان لم یکن مامونا فی ولایت الوقف کان الشرط باطلاً۔ و للقاضی ان یعزلہ و تولی غیرہ۔ قاضیخان ۔ وکذا فی التجنیس فی کتاب الوقف، للقاضی ان یعزل القیم الذی نصبہ الواقف۔ اذا کان غیر الموقف[۱]

(اس عبارت کا ترجمہ وہی ہے، جو اوپر کی عبارت کا ہے)

اس کے ساتھ ہی مصنف لکھتے ہیں۔ متولی کے لیے وقف جائداد کا غلط استعمال کرنا، اس میں ظلم و استبداد کا مظاہرہ کرنا، یا اس کی فروخت کے درپے ہونا کسی صورت میں بھی جائز نہیں[۲]۔

سلطان صرف قاضی کو معزول کر سکتا ہے

وقف کے بارے میں مختلف امور پر گفتگو کرتے ہوئے، فتاویٰ امینیہ کے مصنف نے اس امر کا ذکر کیا ہے کہ اگر معاملۂ وقف سے متعلق عدمِ اطمینان اور شک و شبہ کی کوئی صورت اُبھر آئے اور معاملہ سلطان تک پہنچ جائے تو سلطان متعلقہ قاضی کو معزول کر سکتا ہے کسی اور کو نہیں۔ چنانچہ مصنف اس سلسلے میں ایک سوال پیدا کر کے، خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

وما قولہم رضی اللہ تعالیٰ اعنہ کہ سلطان را جائز باشد شرعاً غیر قاضی را مثل مدرس و مشرف و متولی عزل کند ۔ ؟ نے ۔ !

یعنی کیا سلطان کے لیے سوائے قاضی کے شرعاً جائز ہے کہ مدرس منتظم اور متولی وغیرہ کو معزول کردے ۔ ؟ نہیں!

مصنف فتاویٰ اس کی تائید میں کسی اور حوالے سے فرماتے ہیں:

لا یجوز للسلطان عزل غیر القاضی نحو المشرف والمدرس والمتولی[۳]

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ سلطان کے لیے جائز نہیں کہ وہ سوائے قاضی کے منتظم، مدرس، متولی اور اس قسم کے دوسرے افراد کو معزول کرے۔ یعنی وہ صرف قاضی کو معزول کر سکتا ہے کسی اور کو نہیں ۔ !

---

۱ ورق ۱۲۸ ب ۔ ۲ ایضاً ۳ ایضاً

اگر واقف محتاج و قلاش ہو جائے

وقف کے سلسلے میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقف مفلس و قلاش ہو جائے اور اس پر غربت و احتیاج کا شدید غلبہ ہو جائے تو کیا کرے۔ کیا وہ اس صورت میں جائیداد موقوفہ کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے؟ اگر کر سکتا ہے تو کس شکل میں؟ مصنفِ فتاویٰ استفتا اور اس کے جواب کے انداز میں لکھتے ہیں:

وما قولهم رضی اللہ تعالیٰ۔ در آں شخصے کہ ملکِ خود را وقف کردہ و ایں وقف مسجد نشدہ و ایں شخص فقیر شدہ و احتیاج بایں وقف شدہ او را شرعاً رسد قاضی اسلام را کہ بالتماس ایں شخص فسخ کند ایں وقف را؟ رسد! واللہ اعلم۔

یعنی علمائے کرام اس مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنی جائداد مملوکہ وقف کر دیتا ہے اور یہ وقف بصورتِ مسجد نہیں ہے۔ وقف کے بعد یہ شخص اس درجہ افلاس و تنگدستی میں گھر جاتا ہے کہ اس وقف کا محتاج ہو جاتا ہے۔ کیا شرعاً اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ قاضی اسلام سے اس وقف کے فسخ کی درخواست کرے اور قاضی اس کی درخواست پر یہ وقف فسخ کر دے؟ مصنف جواب دیتے ہیں۔ اسے حق پہنچتا ہے اور قاضی اس وقف کو فسخ کرنے کا مجاز ہے۔

الخلاصہ کے حوالے سے فتاویٰ امینیہ کے مصنف اس کی تائید میں تحریر فرماتے ہیں:

الواقف اذا افتقر و احتاج الی الوقف یرفع الی القاضی حتی یفسخ ان لم یکن مسجداً۔[1]

ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ واقف اگر قلاش ہو جائے اور وقف کا محتاج ہو جائے تو قاضی سے اس کے فسخ کی درخواست کر سکتا ہے (اور قاضی اس کو فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے) بشرطیکہ یہ وقف بصورت مسجد نہ ہو۔

کتاب الکراہیۃ

کتاب الکراہیۃ میں ایسے بہت سے امور بیان کیے گئے ہیں جن کا ارتکاب ممنوع و مکروہ ہے

---

[1] ورق ۱۲۹

یہ بحث بڑی دلچسپ ہے۔ اس میں مصنفِ فتاویٰ نے بعض مسائل کے سلسلہ میں قاضی احمد بن محمد نظام الدین جونپوری (م ۸۷۵ھ) کے فتاویٰ ابراہیم شاہی کے حوالے بھی دیے ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا احمد بن ابو القاسم دولت آبادی کے رسالہ اسباب الفقر والغناء[۱] کا بھی بطور حوالے کے ذکر کیا ہے۔ اسی ضمن میں امام الحرمین استاذ الثقلین، ضیاء الملت السنامی کے کسی رسالہ سے بھی استشہاد کیا ہے۔ ذیل میں کتاب الکراہیۃ سے چند باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

قرآن مجید سے فال

کتاب الکراہیہ کا آغاز اس مسئلہ سے ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید سے فال لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ مصنف بطور استفتا کے لکھتے ہیں:

وما قولہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ درآنکہ بشریعت گرفتن فال از مصحف مکروہ باشد یا نے؟ باشد!

یعنی علمائے کرام کا اس بارے میں کیا فرمان ہے کہ از روئے شریعت قرآن سے فال لینا مکروہ قرار پاتا ہے یا نہیں؟

(مصنف جواب دیتے ہیں) مکروہ قرار پاتا ہے! بطور تائید کے شرح مختصر طاشمس الدین محمد کی یہ عبارت تحریر کرتے ہیں:

اخذ الفال من المصحف مکروہ[۲]۔

"قرآن سے فال لینا مکروہ ہے"

امرا سے تحفہ قبول کرنے کے بارے میں

امرا سے تحفہ قبول کرنا چاہیے یا نہیں، اس کے متعلق مصنف ان الفاظ میں ایک سوال پیدا کرتے ہیں، اور پھر ساتھ ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔

وما قولہم رضی اللہ عنہم۔ درآں کہ گرفتن ہدیہ از امراء ایں زمان کہ اہل جور اند بشریعت جائز

---

[۱] اس رسالہ کا ذکر حاجی خلیفہ نے بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: کشف الظنون جلد اوّل، کالم ۷۵۔

[۲] ورق: ۱۳۲

باشد، چوں معلوم نیست کہ اکثر مالِ ایشاں حلال است یا نے۔ ؟ نے۔! واللہ اعلم۔

علمائے کرام کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے کہ اس دَور کے امراسے، جو کہ اہلِ جور ہیں، ہدیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ جب کہ یہ بھی معلوم نہیں کہ اُن کے مال کا زیادہ تر حصہ حلال پر مشتمل ہے۔ یا نہیں ؟

(مصنف جواب دیتے ہیں) حلال نہیں —! واللہ اعلم۔

اس کے نیچے مختار الفتاویٰ کی یہ عبارت درج کرتے ہیں :

ولا یجوز قبول ھدیۃ امراء الجور الا اذا علم ان اکثر مالہ حلال [۱]

"یعنی امرائے جور سے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں، سوائے اس صورت کے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے مال کا اکثر حصہ حلال پر مشتمل ہے"۔

ساتھ ہی فرماتے ہیں :

ولا ینبغی للفقیہ ان یاکل طعام السلطان [۲]۔

فقیہ کو سلطان کے ہاں کھانا نہیں کھانا چاہیے۔

تدفین کے بعد میّت کی منتقلی

کتاب الکراہۃ میں مصنف فتاویٰ نے اس بات کو بھی ہدفِ موضوع ٹھہرایا ہے کہ تدفین کے بعد میّت کو دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ مختار الفتاویٰ کے حوالے سے رقمطراز ہیں :

نقل المیت بعد الدفن من بلدۃ الی بلدۃ لیس بحرام [۳]

یعنی دفن کے بعد میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانا حرام نہیں۔

کتاب الشہادۃ

شہادت اور گواہی سے متعلق مصنف نے بہت سی باتیں ذکر کی ہیں اور یہ بحث بے شمار معلومات کو محیط ہے۔ مصنّف نے بعض آداب و اوصاف بیان کیے ہیں، جن کا گواہ میں پایا جانا ضروری ہے۔ مصنّف نے یہ بھی بتایا ہے کہ بعض آداب ایسے ہیں کہ اگر گواہ ان سے محروم ہو تو اس کی گواہی قابلِ قبول نہ ہوگی۔

---

[۱] ورق : ۱۳۲ ب   [۲] ایضاً۔   [۳] ورق : ۱۳۴ حاشیہ

بر سرِ عام کھانے والے کی شہادت

ان آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ گواہ مہذّبانہ زندگی بسر کرتا ہو اور اسے بازار میں کھانے پینے کی عادت نہ ہو۔ مصنف لکھتے ہیں:

وما قولہم رضی اللہ عنہم۔ در آنکہ بشریعت گواہی کسے کہ در بازار رو برو مردم چیزے می خورد، مقبول باشد یا نے۔ ؟ نے۔!

یعنی جو شخص بازار میں لوگوں کے روبرو کوئی چیز کھاتا ہے۔ اس کی شہادت قبول کی جائے گی یا نہیں؟

مصنف جواب دیتے ہیں۔ نہیں۔! تائید میں کتب فقہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

لا شہادۃ لمن یاکل فی السوق بین الناس[1]

جو شخص لوگوں کے سامنے بازار میں کھاتا ہے، اس کی شہادت قبول نہیں ہوتی۔

کتاب القضاء

فتاویٰ امینیہ کے مصنف علام نے کتاب القضاء میں قاضی کے فرائض و آداب سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ قاضی میں کن اوصاف و محاسن کا پایا جانا ضروری ہے۔

مصنف فرماتے ہیں: قاضی کے فرائض میں سے ایک فرض یہ ہے کہ اس کی عدالت میں کوئی مقدمہ پیش ہو تو وہ فریقین کے گواہوں کی زندگی کے بارے میں بہر صورت معلومات فراہم کرے۔ اگر گواہ کبوتر باز ہو، یا لہو و لعب میں مشغول رہتا ہو، یا اس کی عادت ادھر اُدھر تانک جھانک کی ہو تو قاضی کا فرض ہے کہ اس کی شہادت قبول نہ کرے، کیونکہ شاہد کا ثقہ اور باوقار ہونا ضروری ہے مصنف لکھتے ہیں: اگر کسی کو صرف کبوتر رکھنے اور پالنے کا شوق ہو، اڑانے سے دلچسپی نہ ہو تو اس کی حیثیت دوسری ہوگی۔ ساتھ ہی فرماتے ہیں: لیکن اس قسم کے اڑنے والے جانور کو محبوس اور مقید رکھنا بھی تو بڑی بات ہے۔

آداب اکل و شرب

مصنف فتاویٰ نے کتاب الاطعمہ میں کھانے پینے کے آداب کی وضاحت کی ہے۔ اس

---

[1] ورق: ۱۳۶

ضمن میں انھوں نے لکھا ہے کہ کھانا خاموشی سے کھانے کی نسبت بہتر یہ ہے کہ کھانا کھاتے وقت آپس میں اچھی اور عمدہ باتیں کی جائیں۔ اس سے کھانے والوں میں بعض اوقات جو حجاب سا پیدا ہو جاتا ہے، وہ باقی نہیں رہتا۔ اور سب بے تکلفی سے کھانا کھاتے ہیں۔ اگر کھانے کے وقت خاموشی طاری رہے، تو مجلسِ طعام میں ایک قسم کی گھٹن سی پائی جاتی ہے، جو ایسے موقع پر ذہنی طور سے تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے۔

الفہرست

(از محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق ــــ اُردو ترجمہ : جناب محمد اسحاق بھٹی)

یہ کتاب چوتھی صدی ہجری تک کے علوم و فنون، سیر و رجال اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید، نزولِ قرآن، جمع قرآن اور قراءِ قرآن، فصاحت و بلاغت، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتبِ فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارسِ فکر، علم نحو، منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، سحر و شعبدہ بازی، طب اور صنعت کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علما و ماہرین اور اس سلسلہ کی تصنیفات کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں واضح کیا گیا ہے کہ یہ علوم کب اور کیونکر عالم وجود میں آئے۔ پھر ہندوستان اور چین وغیرہ میں اُس وقت جو مذاہب رائج تھے اُن کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اُس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج اور بولی جاتی تھیں اور اُن کی تحریر و کتابت کے کیا اسلوب تھے۔ ان کی ابتدا کس طرح ہوئی اور وہ ترقی و ارتقا کی کن کن منازل سے گزریں۔ ان زبانوں کی کتابت کے نمونے بھی دیے گئے ہیں ــــ ترجمہ اصل عربی کتاب کے کئی مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر کیا گیا ہے اور جگہ جگہ ضروری حواشی دیے گئے ہیں جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

صفحات : ۹۱۴ قیمت : ۵۰/۲۲ روپے

ملنے کا پتہ : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور